اکٹھی تین طلاقیں

کتاب وسنّت

کی روشنی میں

■○○■

شمس پیر زادہؒ

■○○■

ادارہ دعوۃ القرآن

۵۹ر محمد علی روڈ ممبئی ۴۰۰۰۰۳ ☆ فون نمبر: ۲۳۴۶۵۰۰۵

تیسرا ایڈیشن: ۲۰۰۰

جولائی ۲۰۰۹ء

Price Rs. 10/-

قیمت: ۱۰ر روپے

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
۱	عرض ناشر	۳
۲	تمہید	۵
۳	اسلام کا معاشرتی نظام	۷
۴	زمانۂ جاہلیت میں طلاق	۸
۵	اسلام کا اصلاحی اقدام	۹
۶	کیا قرآن نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین طلاق قرار دیا ہے؟	۱۰
۷	کیا یکجائی تین طلاقوں کا تین واقع ہونا حدیث سے ثابت ہے؟	۱۵
۸	اقوال صحابہؓ	۲۷
۹	کیا یکجائی تین طلاقوں کا تین واقع ہونے اجماع ہے؟	۲۸
۱۰	ایک مجلس کی تین طلاقیں کن علماء کے نزدیک ایک واقع ہوتی ہیں؟	۳۲
۱۱	تین یکجائی طلاقوں کے وقوع کا اثر اسلام کے نظام طلاق پر۔	۳۵
۱۲	مسلم ممالک میں ایک طلاق کا قانون	۳۵
۱۳	تاکیدی طلاقوں کا حکم	۳۶
۱۴	خلاصۂ بحث اور مسئلہ کا حل	۳۸
۱۵	اگر کسی نے اکٹھی تین طلاقیں دیدے تو کیا کرے؟	۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ ناشر

مولانا شمس پیرزادہؒ کا یہ مقالہ ایک سیمینار میں پیش کیا گیا تھا، جو احمد آباد میں ۴ تا ۶ نومبر ۱۹۷۳ء میں زیر صدارت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب منعقد ہوا تھا، اور جس میں درج ذیل حضرات نے شرکت فرمائی تھی۔

(۱) مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی۔ ایڈیٹر ماہنامہ 'برہان' دہلی۔

(۲) مولانا مختار احمد صاحب ندوی۔ ناظم جمعیۃ اہل حدیث بمبئی۔

(۳) مولانا سید احمد صاحب عروج قادری۔ ایڈیٹر ماہنامہ ''زندگی'' رامپور۔

(۴) مولانا سید حامد علی صاحب۔ سکریٹری جماعت اسلامی ہند دہلی۔

(۵) مولانا عبدالرحمٰن بن عبیداللہ صاحب رحمانی۔

(۶) مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب (فاضل دیوبند) مدرس مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤں۔

(۷) مولانا شمس پیرزادہ۔ چیئرمین ادارہ دعوۃ القرآن ممبئی۔

ان حضرات نے اپنے مقالات پیش کئے تھے۔ اور بحث وتمحیص کے بعد ان کی جو متفقہ رائے ہوئی اور جس کی بعد میں اشاعت بھی عمل میں لائی گئی وہ یہ تھی۔

۱) ایک مجلس میں تین طلاق کے طلاق مغلظہ بائنہ ہونے کا مسئلہ اجماعی اور قطعی نہیں ہے۔ اس میں سلف ہی کے زمانے سے اختلاف موجود ہے

۲) فقہی جزئیات وتفصیلات سے قطع نظر، مندرجہ ذیل دو صورتوں کے بارے میں مجلس مذاکرہ کی رائے یہ ہے:۔

(الف) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے طلاق، طلاق، طلاق کہتا ہے اور کہتا ہے کہ میری نیت صرف ایک طلاق دینے کی تھی، میں نے طلاق کا لفظ تاکید کے لیے دہرایا تھا، تو اس کی بات کو

باور کیا جائے گا اور یہ طلاق طلاق مغلظہ بائنہ شمار نہ ہوگی۔

(ب) اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے ''تجھے تین طلاق''، مگر وہ حلفیہ بیان دیتا ہے کہ میری نیت تین طلاقیں دینے کی نہیں تھی۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ تین طلاق کا لفظ کہے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی، اس لئے میں نے تین طلاق کے الفاظ استعمال کئے تھے، تو اس کی بات باور کی جائے گی اور یہ طلاق، طلاق مغلظہ بائنہ شمار نہ ہوگی۔

(۳) اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو طلاق کا صحیح طریقہ بتایا جائے اور ان پر واضح کیا جائے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دینے کا طریقہ بدعت ومعصیت اور عورت کے حق میں ظلم وزیادتی ہے۔ طلاق کے اس غلط طریقہ سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے۔ اور طلاق دینا ضروری ہو تو ایک طلاق پر بس کرنا چاہیے اور یہ طلاق بھی عورت کی پاکی کی حالت میں دینی چاہیے، جس میں شوہر نے اس سے مقاربت نہ کی ہو۔

اس قرارداد پر مذکورہ بالا آٹھوں حضرات نے دستخط ثبت فرمائے تھے۔ (دیکھئے ایک مجلس کی تین طلاق شائع کردہ اسلامک ریسرچ سینٹر احمد آباد)

مولانا شمس پیرزادہؒ نے اپنے اس مقالہ پر نظر ثانی کی اور حذف اضافہ اور ترمیم کیساتھ پمفلٹ کی شکل میں مرتب کیا۔ ان کی حیات ہی میں دو ایڈیشن شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر چکے ہیں، اس کا تیسرا ایڈیشن شائع کیا جا رہا ہے۔

یہ تمام بزرگ حضرات اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مساعی جمیلہ کو شرفِ قبولیت بخشے، ان کے درجات بلند فرمائے اور عامۃ المسلمین کو طلاق دینے کے صحیح طریقہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

محمد صدیق قریشی

سکریٹری

ادارہ دعوۃ القرآن۔ ممبئی۔ ۳

تمهید

موجودہ زمانہ میں اور خاص طور سے ہندوستان کے مسلمانوں میں، بیک وقت تین طلاقیں دینے کا رواج عام ہے۔ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ تین طلاقیں دیئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔ یہ ان کی جہالت ہے۔ لیکن وکلاء اور قاضی بھی جب کوئی طلاق نامہ تحریر کرتے ہیں تو تین طلاقیں درج کر کے طلاق دینے والے کے اس پر دستخط لے لیتے ہیں۔ اور اُن کو نہیں معلوم کہ طلاق دینے کا صحیح طریقہ کیا ہے اور غلط طریقہ کیا۔ پھر جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور وہ شخص رجوع کرنا چاہتا ہے تو مفتی حضرات جو تقلید کی قسم کھا بیٹھے ہیں، بتاتے ہیں کہ اب رجوع کی کوئی صورت نہیں رہی سوائے حلالہ کرانے کے۔ حالانکہ حلالہ کرنے پر لعنت آئی ہے۔ اس طرح عوام طلاق کے معاملہ میں سخت الجھن اور زبردست مشکلات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ اس سے نجات کی صورت یہی ہے کہ کتاب و سنت کے واضح نصوص (احکام) کے مطابق ان کی رہنمائی کی جائے، اور وہ مسلک کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کر اس رہنمائی کو قبول کر لیں۔

اس پمفلٹ میں قرآن و سنت کی روشنی میں یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اکٹھی تین طلاقیں رجعی کے حکم میں ہیں۔ اور اس کی تائید میں علماء کے اقوال بھی پیش کئے گئے ہیں۔ یکجائی تین طلاق کے مسئلہ نے جو سنگین صورت اختیار کر لی ہے، اور پھر بیوی کو حلالہ کرانے کا جو خلاف شرعی طریقہ بتایا جاتا ہے، اس نے ذہنوں میں بڑی الجھن پیدا کر دی ہے۔ ظاہر ہے نکاح کا بندھن کوئی کچّے تاگے کا بندھن نہیں ہے کہ دھکا لگتے ہی ٹوٹ جائے۔ بلکہ ایک مضبوط بندھن (میثاق غلیظ) ہے جس کو سوچ سمجھ کر اور شرعی طریقہ پر ہی توڑا جا سکتا ہے۔ اور بیوی کو حلالہ کرانے کا طریقہ تو بڑا ہی گھناؤنا اور مرد اور عورت دونوں کی غیرت کو ٹھیس پہنچانے والا ہے۔ حدیث میں حلالہ

کرنے والے اور کرانے والے پر لعنت آئی ہے۔ پھر طلاق کے اس طریقہ نے اسلام کے عائلی قانون کی غلط تصویر پیش کر دی ہے، جس کا حوالہ دے کر وہ لوگ، جو اسلام کو زمانے کے رجحانات کے مطابق دیکھنا چاہتے ہیں، شرعی قوانین ہی میں تبدیلی کے درپے ہیں۔

اس صورت حال کا تقاضہ ہے کہ اکٹھی تین طلاقوں کے مسئلہ کا تحقیقی انداز میں جائزہ لیا جائے۔ اور تقلید اور مسلک کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو کر شرعی احکام کو واضح کیا جائے تاکہ لوگوں کی صحیح رہنمائی ہو۔ یہ پمفلٹ اسی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے۔ وما توفیقی الا باللہ۔

شمس پیرزادہؒ

چیئرمین

ادارہ دعوۃ القرآن

۵۹۔ محمد علی روڈ بمبئی ۳

۱۱/ربیع الآخر ۱۴۱۴ھ

۲۸/ستمبر ۱۹۹۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام کا معاشرتی نظام

اسلام کا معاشرتی نظام ایک سیدھا سادہ نظام ہے، جس میں نہ قانونی پیچیدگیاں ہیں اور نہ تکلفات ۔ دین اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے ۔اور اس کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے ’’اللہ تعالیٰ نے اس میں کوئی تنگی نہیں رکھی‘‘ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ۔ (سورۂ حج)اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس کی خصوصیت الحنیفیة السمحة ’’سہل اور حنیف‘‘ دین بتائی ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے شریعت کو سہل اور آسان بنادیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں یہ اصولی بات بیان کی گئی ہے کہ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ ’’اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔‘‘ (بقرہ۔۱۸۵) اور حدیث میں شدت پسندی اور قانونی موشگافیوں سے منع کر دیا گیا ہے۔

ان الدین یسر ولن یشادالدین الاغلبه (بخاری)

’’دین آسان ہے اور جو کوئی دین کو مشکل بنائے گا وہ بے بس ہو کر رہ جائے گا‘‘

اور فرمایا:

هلك المتنطعون (مسلم)

’’دین میں تعمق اور شدت برتنے والے ہلاک ہوجائیں‘‘۔

قرآن وسنت کی ان ہدایات کے پیش نظر فقہی موشگافیوں کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے،لہٰذا بال کی کھال نکالنا اور شرعی احکام کو مشکل اور دقیق بنا کر لوگوں کیلئے دشواریاں پیدا کرنا، دین کی

خدمت ہرگز نہیں ہے۔

اسلام کا ضابطہ طلاق انتہائی سادہ اور اعتدال پر مبنی ہے،لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ امت کے اندر جو فقہی بحثیں اٹھ کھڑی ہوئی ہیں اس نے اس کو سادہ شکل میں باقی نہیں رہنے دیا، بلکہ اس میں تعمق اور تشدد پیدا کر دیا۔اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمانوں کو معاشرتی زندگی میں غیر معمولی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ۔اور اس سے مسلم پرسنل لاء کے مخالفین بھر پور فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ دریں حالات ملت اسلامیہ کو اسلام کے معاشرتی نظام سے وابستہ اور شرعی احکام پر کار بند رکھنے کیلئے ضروری ہے کہ تمام فقہی موشگافیوں ،تعمق اور تشدد کے علی الرغم، اُبھرتے ہوئے معاشرتی مسائل کا کتاب وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔اور اجتہادی امور میں دین وملت کی مصالح کا پورا پورا لحاظ کیا جائے۔اور ان تمام اصرار واغلال کو توڑ دیا جائے جس نے ملت اسلامیہ کو جکڑ رکھا ہے،خواہ کسی حلقہ کی طرف سے کتنی ہی مخالفت کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے۔کیونکہ مخالفتوں کے مقابلہ میں دین وملت کی مصالح زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔

تطلیقات ثلاثہ کے مسئلہ پر بھی غور کرتے وقت ہمیں یہی انداز اختیار کرنا ہوگا۔کیا زبان سے بیک وقت’’ طلاق،طلاق،طلاق‘‘ کے الفاظ نکل جانے پر یا میں نے تجھے تین طلاقیں دیں کہہ دینے پر شرعاً تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں؟ کہ جب تک وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور وہ اسے پھر اپنی مرضی سے طلاق نہ دے، پہلے شوہر کے لیے وہ جائز نہیں ہوجاتی۔اور خاص طور سے ایسے حالات میں جب کہ لوگ لاعلمی کی بنا پر بیک وقت طلاقیں دینے کی عادی ہوگئے ہیں، اور جب انہیں تین طلاقوں کے واقع ہوجانے کا فتویٰ مل جاتا ہے پچھتانے لگتے ہیں۔ایک غلط فہمی لوگوں میں یہ بھی پھیلی ہوئی ہے کہ جب تک ایک ساتھ تین طلاقیں نہ دی جائیں،طلاق واقع ہی نہیں ہوتی۔ایسی صورت میں تطلیقات ثلاثہ کا مسئلہ سنجیدہ غور وفکر چاہتا ہے،اور اس بات کا متقاضی ہے کہ کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا حل تلاش کیا جائے۔

زمانۂ جاہلیت میں طلاق

جاہلیت میں طلاق کے لئے کوئی تحدید نہیں تھی ۔ مرد اپنی بیوی کو جب چاہتا طلاق دے دیتا اور عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کرتا۔طلاق دینے اور رجوع کرنے کا یہ سلسلہ بغیر کسی تحدید کے جاری رہتا، جس سے عورت کو سخت تکلیف پہنچتی اور وہ بے بس ہو کر رہ جاتی ۔

اسلام کا اصلاحی اقدام

اسلام نے طلاق کے اس ظالمانہ طریقہ اور لامحدود سلسلہ کو ختم کر دیا۔اور مرد کو دو طلاقوں تک رجوع کرنے کا اختیار دیا، تا کہ خاندانی زندگی میں تفرقہ پیدا ہونے سے پہلے مرد کو اِن نتائج وعواقب پر غور کرنے کا دو مرتبہ موقع ملے ۔اس کے بعد بھی اگر وہ اس رشتہ کو ختم کر دینے کا فیصلہ کرتا ہے یعنی تیسری مرتبہ طلاق دیتا ہے تو یہ طلاق مغلظہ ہوگی ۔یعنی اب نہ وہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ دوبارہ اس سے نکاح ہی کر سکتا ہے، تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے مرد سے نکاح نہ کر لے اور پھر وہ اسے اپنی مرضی سے طلاق نہ دے ۔ یہ حکم اس لئے دیا گیا ہے تا کہ مرد بار بار طلاق دے کر عورت کو پریشان نہ کرے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں ہوا کرتا تھا۔

قرآن وسنت کی رو سے طلاق دینے کا احسن طریقہ یہ ہے کہ حالت طہر میں جس میں مجامعت نہ کی گئی ہو، صرف ایک طلاق دینے پر اکتفا کیا جائے ۔ یہ طلاق عدت کے اندر رجعی ہوگی اور عدت گذر جانے پر بائن ہو جائے گی ۔یعنی عدت گذر جانے پر رجوع کا موقع تو باقی نہیں رہے گا ، البتہ مرد اور عورت دونوں چاہیں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں ۔اس احسن طریقہ کو چھوڑ کر بیک وقت تین طلاقیں دینا نہ شرعاً درست ہے اور نہ اس کی کوئی ضرورت ہی ہے ۔مرد کیلئے کسی مجبوری کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ اگر وہ عورت کو چھوڑنا ہی چاہتا ہے تو ایک طلاق دے کر چھوڑ سکتا ہے ۔اس لئے جو لوگ بیک وقت تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں، ان کے

بارے میں اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ صریح جہالت کا ثبوت دیتے ہیں ۔ حالانکہ قرآن کریم میں تاکیدی حکم ہے:

تِلْکَ حُدُوْدُاللّٰہِ فَلَاتَعْتَدُوْھَا (البقرہ ۔ ۲۲۹)

’’ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں (ضابطے) ہیں ان سے تجاوز نہ کرو‘‘ ۔

اور فرمایا:

وَلَاتَتَّخِذُوْا اٰیٰتِ اللّٰہِ ھُزُوًا (البقرہ ۔ ۲۳۱)

’’ اللہ کی آیتوں کا مذاق نہ بناؤ۔‘‘

کیا قرآن نے ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین طلاقیں قرار دیا ہے؟

قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ کہیں یہ حکم نہیں دیا گیا ہے کہ آن واحد کی تین طلاقیں تین شمار ہوں گی ۔جس آیت سے مجلس واحد کی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے:

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَایَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآاٰتَیْتُمُوْ ھُنَّ شَیْاً اِلَّآ اَنْ یَّخَافَآ اَلَّایُقِیْمَاحُدُوْدَاللّٰہِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّایُقِیْمَاحُدُوْدَاللّٰہِ فَلَاجُنَاحَ عَلَیْھِمَافِیْمَاافْتَدَتْ بِہٖ ۔ تِلْکَ حُدُوْدُاللّٰہِ فَلَاتَعْتَدُوْھَا وَمَنْ یَّتَعَدَّحُدُوْدَاللّٰہِ فَاُولٰئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ فَاِنْ طَلَّقَھَافَلَاتَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ۔ (البقرۃ ۲۲۹۔۲۳۰)

’’ طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا تو معروف طریقہ پر (عورت کو) رکھ لیا جائے یا بھلے طریقہ سے رخصت کر دیا جائے ۔اور تمہارے لئے جائز نہیں کہ جو کچھ تم نے ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ

واپس لے لو، الا یہ کہ زوجین کو اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ سکنے کا اندیشہ ہو۔ اگر واقعی تم کو اندیشہ ہو کہ دونوں حدود اللہ پر قائم نہ رہ سکیں گے، تو دونوں پر اس معاملہ میں کوئی گناہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علٰیحدگی حاصل کرلے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان سے تجاوز نہ کرو۔، جو لوگ حدود اللہ سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔ پھر اگر (تیسری مرتبہ) طلاق دے دی تو اس کے بعد وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی، تا وقتیکہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے؟

اس آیت میں ’’مرتان‘‘ (دومرتبہ) کا جو لفظ آیا ہے اس سے طلاق کا لفظ دہرانا یا عدد کی صراحت کے ساتھ طلاق دینا مراد لیا جاتا ہے۔ اس بناء پر ’’ طلاق، طلاق، طلاق‘‘ یا ’’تین طلاقیں‘‘ کہہ دینے پر تین طلاقوں کا حکم لگایا جاتا ہے، حالانکہ ’’مرتان‘‘ کا مطلب لفظ طلاق کو دہرانا نہیں بلکہ دوسری دفعہ طلاق دینا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ دو دفعہ طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق باقی رہتا ہے، لیکن تیسری دفعہ طلاق دینے کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔ اس کا یہ مطلب کس طرح صحیح ہوگا کہ اگر کسی نے بیک وقت طلاق، طلاق، طلاق کہہ دیا تو رجوع کا حق باقی نہیں رہا۔ اور طلاق مغلظہ ہوگئی، حالانکہ اس شخص نے ایک ہی دفعہ طلاق دی ہے۔ لفظ ’’مرتان‘‘ کا جو مطلب لیا جاتا ہے وہ درج ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے:

اولاً لغت عرب میں ’’مرتان‘‘ کا مطلب مـرۃً بعد مـرۃٍ ہے۔ یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ، نہ کہ محض لفظی تکرار۔ اور اس کی نظیریں قرآن میں ملتی ہیں۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا گیا:

اَوَلَایَرَوْنَ اَنَّھُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ کُلِّ عَامٍ مَّرَّۃً اَوْمَرَّتَیْنِ۔ (توبہ۔۱۲۶)

’’کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہر سال ایک یا دو مرتبہ انھیں آزمائش میں ڈالا جاتا ہے‘‘۔

اور دوسری جگہ فرمایا گیا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لِیَسْتَاْذِنْکُمُ الَّذِیْنَ مَلَکَتْ اِیْمَانُکُمْ وَالَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ

مِنْکُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ۔ (نور۔۵۸)

’’اے ایمان والو! تمہارے مملوک اور تمہارے نابالغ بچے تین اوقات میں اجازت لے کر تمہارے پاس آیا کریں۔‘‘

اس آیت کے بعد تین اوقات کی تفصیل بیان کی گئی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں ’’ثلاث مرات‘‘ (تین اوقات میں) کا مطلب الگ الگ تین اوقات ہیں، نہ کہ زمانہ واحد میں تین اوقات کا اجتماع۔ اس سے واضح ہوا کہ ’’مرتان‘‘ میں تفریق کا مفہوم شامل ہے۔ اگر کوئی مثال اجتماع کی پیش کی جاسکتی ہے تو وہ اعیان کی ہوگی، نہ کہ افعال کی۔ کیونکہ فعل میں زمانہ واحد میں ’’مرتان‘‘ کا اجتماع ممکن نہیں۔

ثانیاً رمی جمار کی مثال ہے۔ سات کنکریاں مارنے کا حکم دیا گیا ہے، اگر کوئی شخص سات مرتبہ ایک ایک کنکری مارنے کے بجائے ایک ساتھ سات کنکریاں مارے گا تو حکم کی تعمیل نہیں ہوگی اور جمہور علماء کے نزدیک ایک ہی رمی شمار ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ الفاظ کہے کہ ’’میں تینتیس ۳۳/ بار سبحان اللہ کہتا ہوں‘‘ تو ایک ہی تسبیح شمار ہوگی، نہ کہ تینتیس ۳۳۔

ثالثاً چار قسموں کی مثال ہے جس کا حکم لعان کے سلسلہ میں دیا گیا ہے، اگر کوئی شخص الگ الگ چار قسمیں کھانے کے بجائے ایک ساتھ کہہ دے کہ میں چار قسمیں کھا کر کہتا ہوں‘‘ تو اس کی ایک ہی قسم شمار ہوگی‘‘ نہ کہ چار۔ (مرتان کی بحث کیلئے ملاحظہ ہو علامہ ابن قیم کی کتاب زادالعاد ج ۴ ص۵۹)

اگر مذکورہ آیت میں مراد طلاق کا عدد ہوتا، تو مرتان کی جگہ لفظ اثـنـتـان استعمال کیا جاتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرتان سے مراد لفظ طلاق کی تکرار یا عدد نہیں ہے، بلکہ الگ الگ دو دفعہ طلاق دینا ہے۔ چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں: طلقوا مرتين يعنى دفعتين۔

’’دومرتبہ طلاق دو یعنی دو دفعہ طلاق دو‘‘ (التفسیر الکبیر۔ج ۲ ۔۲۶)

ان الطلاق المشروع متفرق لان المرات لا تکون الا بعد تفرق بالاجماع۔ (ایضاً)

مشروع طلاق یہ ہے کہ الگ الگ طلاق دی جائے، کیونکہ بالاجماع ''مرات'' تفرق کے بعد ہی ممکن ہے۔''

لہٰذا جب دو طلاقیں جو مجموعی طور پر ایک ہی دفعہ دی گئی ہوں، دو شمار نہیں ہوں گی، تو تین طلاقیں جو مجموعی طور پر ایک ہی دفعہ دی گئی ہوں کس طرح تین شمار ہوں گی؟

پھر جس پس منظر میں تین طلاقوں کا حکم بیان کیا گیا ہے اس کو بھی اگر ملحوظ رکھا جائے تو بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بیک وقت کئی طلاقیں دینے کا رواج نہیں تھا، بلکہ بار بار طلاقیں دی جاتی تھیں اور بار بار رجوع کیا جاتا تھا۔ اس لئے الطلاق مرتان کا معہود یہی بار بار کی طلاقیں ہوگا، نہ کہ بیک وقت دی جانے والی متعدد طلاقیں۔

سورۂ طلاق میں ہدایت دی گئی کہ جب طلاق دی جائے تو عدت کیلئے دی جائے:

یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ۔

(طلاق۔۱)

''اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے لئے طلاق دو اور عدت کو شمار کرو''۔

عدت کے لئے طلاق دینے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے وقت میں طلاق دی جائے جب کہ عدت کا آغاز ہو سکے، جو شخص بیک وقت تین طلاقیں دیتا ہے وہ عدت کا لحاظ نہیں کرتا، کیونکہ پہلی طلاق دیتے ہی عدت شروع ہوگئی، لیکن دوسری اور تیسری طلاق میں عدت کا لحاظ نہیں رہا، حالانکہ ہر طلاق کے لئے عدت کا لحاظ ضروری ہے۔ قرآن نے نہ صرف یہ حکم دیا ہے کہ عدت کا لحاظ کر کے طلاق دی جائے، بلکہ عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق بھی دیا ہے چنانچہ ارشاد ہے: وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْسَرِّحُوْهُنَّ

بِمَعْرُوْفٍ۔ (بقرہ۔۲۳۱)

''جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے تو بھلے طریقہ سے انہیں روک لو یا بھلے طریقہ سے رخصت کرو۔''

یہ آیت صراحت کرتی ہے کہ جب عدت پوری ہو رہی ہو تو بھلے طریقہ پر روکا جا سکتا ہے، یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کیا جا سکتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ عدت ختم ہونے سے پہلے رجوع کا یہ حق، جو اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے، کس نے ساقط کیا؟ اگر کوئی نص ساقط کرنے کے لئے موجود ہے تو کوئی مسئلہ باقی نہیں رہتا۔ لیکن اگر ایسی کوئی نص موجود نہیں ہے تو اس کا مطلب یہی ہوگا کہ تیسری دفعہ کی طلاق سے پہلے عدت کے اندر مرد کو رجوع کا حق ہے۔ لہٰذا بیک وقت دی ہوئی تین طلاقوں کے بعد بھی رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔ بالفاظ دیگر تیسری دفعہ کی طلاق دو دفعہ دی ہوئی طلاق رجعی کے بعد ہی واقع ہوتی ہے، نہ کہ بیک وقت۔ اللہ نے الگ الگ طلاقیں دینے ہی کا اختیار مرد کو دیا ہے، جیسا کہ الطلاق مرتان سے ظاہر ہے۔ لہٰذا جب جمع کرنے کا اختیار ہی نہیں دیا گیا تو آن واحد میں دی جانے والی تین طلاقیں کس طرح تین واقع ہوں گی؟

ایک اور پہلو سے بھی غور کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایلاء (بیوی سے علیحدہ رہنے کی قسم کھانا) کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَالْمُطَلَّقَاتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ۔

''مطلقہ عورتیں اپنے کو تین حیض تک روکے رکھیں۔''

اور اسی سیاق میں فرمایا:

وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِکَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا۔ (سورۂ بقرہ۔۲۲۸)

''ان کے شوہر تعلقات درست کرنے پر آمادہ ہوں تو وہ اس عدت کے دوران انہیں پھر

اپنی زوجیت میں واپس لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔''

معلوم ہوا کہ ایلاء میں بھی رجوع کا حق باقی رہتا ہے۔

دوسری مثال ظہار کی ہے۔یعنی بیوی کو ماں سے تشبیہ دینا۔زمانہ جاہلیت میں اسے طلاق، بلکہ اس سے بھی شدید قطع تعلق کا اعلان سمجھا جاتا تھا۔چنانچہ ظہار کے بعد رجوع کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی تھی،لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًامِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا۔(مجادلہ۔۲)

''یہ لوگ ایک منکر اور جھوٹی بات کہتے ہیں۔''

ظہار کو منکر اور زور قرار دینے کے باوجود اس کا صرف کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا،یعنی ظہار کو طلاق نہیں ٹھہرایا۔اور جاہلیت کے اس رواج کو کہ بیوی کو ماں سے تشبیہ دینے کی صورت میں وہ ابدی طور پر شوہر کیلئے حرام ہوجاتی ہے،باطل قرار دیا۔

اب زیر بحث مسئلہ کو لیجئے۔کیا بیک وقت تین طلاق کے الفاظ ادا کرنے پر طلاق مغلظہ کا حکم لگانا ایلاء اور ظہار سے بھی شدید قرار دینے کے مترادف نہیں ہے؟ دراں حالانکہ اس شدت کیلئے کوئی نص موجود نہیں ہے۔

الغرض مجلس واحد کی تین طلاقوں کا تین واقع ہونا قرآن کی کسی نص سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ صریح طور سے قرآن میں کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ آن واحد کی تین طلاقیں،تین واقع ہوں گی۔رہا نصوص قرآنی کی تعبیر کا مسئلہ تو دلائل مذکورہ کی بناپر،یکجا طور پر دی ہوئی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا ہی قرآن سے زیادہ مناسبت رکھنے والی بات ہے۔

کیا یکجائی تین طلاقوں کا تین واقع ہونا حدیث سے ثابت ہے؟

جس طرح یکجائی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر قرآن کی کوئی صریح موجود نہیں ہے۔اسی طرح احادیث صحیحہ کی بھی کوئی صریح نص موجود نہیں ہے۔جن احادیث سے اس کے حق میں استدلال کیا جاتا ہے ان میں سے بعض احادیث تو وہ ہیں،جن میں یکجا طور پر تین طلاقیں دینے کی صراحت موجود نہیں ہے۔اور بعض احادیث ایسی ہیں جن کا محل دوسرا ہے اس لئے ان سے کوئی دلیل فراہم نہیں ہوتی۔اور بعض احادیث یا تو مضطرب ہیں یا ضعیف اس لئے ان میں سے کوئی حدیث حجت کی حیثیت نہیں رکھتی۔چند خاص حدیثوں کا جائزہ یہاں پیش کی جاتا ہے جن سے عام طور پر مجلس واحد کی تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کیا جاتا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے۔

ان امراة رفاعة القرظی جاء ت الی رسول الله ﷺ فقالت یارسول الله ان رفاعة طلقنی فبت طلاقی وانی نکحت بعد عبدالرحمن ابن الزبیر القرظی وانمامعه مثل الهدبة قال رسول الله لعلک تریدین ان ترجعی الی رفاعة ۔ لاحتی یذوق عسیلتک وتذوقی عسیلته۔(بخاری کتاب الطلاق)

''رفاعہ قرظی کی بیوی رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! رفاعہ نے مجھے طلاق بتہ (کاٹنے والی طلاق) دی اور میں نے اس کے بعد عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی سے نکاح کرلیا۔لیکن وہ زوجیت کے لائق نہیں ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شاید کہ تو رفاعہ کے پاس واپس جانا چاہتی ہے! نہیں جب تک کہ وہ (تیرادوسراشوہر) تیرا ذائقہ نہ چکھ لے

اورتو اس کا ذائقہ نہ چکھ لے۔''

اس حدیث میں طلاق بتہ (کاٹنے والی طلاق) کا ذکر ہے،لیکن اس بات کی کوئی صراحت نہیں کہ تین طلاقیں یکجا طور پر دی گئی تھیں، البتہ صحیح مسلم کی حدیث طلاق کی نوعیت کو واضح کرتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

فطلقهااخر ثلاث تطليقات (مسلم کتاب الطلاق)

''اس نے اس کو تین طلاقوں کی آخری طلاق دی۔'' (یعنی تین طلاقوں میں سے جو آخری طلاق رہ گئی تھی وہ بھی دے دی)

اس حدیث میں جب مجلس واحد کی تین طلاقوں کی صراحت نہیں ہے، تو اس سے اس کے واقع ہونے پر استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ ''اس حدیث سے تین یکجائی طلاقوں پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔'' (ملاحظہ ہو فتح الباری ج ۷ ص ۳۸۶)

دوسری حدیث عویمر عجلانی کی ہے جس لعان کا قصہ بیان ہوا ہے

فلما فرغا قال عويمر كذبت عليها يارسول الله ان امسكتها فطلقها ثلاثا قبل ان يامره رسول الله صلى الله عليه وسلم. (بخاری کتاب الطلاق)

''جب دونوں لعان سے فارغ ہوئے تو عویمر نے کہا اگر میں اس (بیوی) کو اپنے پاس روک لوں تو جھوٹا ہوں۔ پھر اس نے اس کو تین طلاقیں دے دیں قبل اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں۔''

اس حدیث کو اس بات کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے کہ جب عویمر نے نبی ﷺ کی موجودگی میں بیک وقت تین طلاقیں دیں اور آپ ﷺ نے نکیر نہیں فرمائی تو مجلس واحد کی تین طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ لیکن اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں، کیونکہ لعان کے بعد

تفریق ہو ہی جاتی ہے نہ رجوع کی کوئی گنجائش باقی رہتی ہے اور نہ دوبارہ نکاح کرنے کی۔ عویمر نے جو تین طلاقیں دیں وہ محض تاکید و توثیق کے لئے تھیں ورنہ لعان میں اس کے بغیر ہی تفریق ہوجاتی ہے۔ اس لئے نبی ﷺ نے اس پر نکیر کے ضرورت محسوس نہیں فرمائی ہوگی۔ چنانچہ فقہ حنبلی کی کتاب المغنی میں ابن قدامہ لکھتے ہیں:

واما حديث المتلاعنين فغير لازم لان الفرقة لم نقع بالطلاق فانهارقعت بمعجرد لعانهما. (المغنی ج ۷ ص ۱۰۳)

''رہی لعان والی حدیث تو اس سے لازم نہیں آتا کیونکہ جدائی طلاق سے نہیں ہوئی بلکہ مجرد لعان سے ہوئی۔''

تیسری حدیث فاطمہ بنت قیس کی ہے جو صحیح مسلم میں اس طرح بیان ہوئی ہے:

عن فاطمه بنت قيس ان اباعمروبن حفص طلقها البنته وهو غائب فارسل اليهاوكيله بشعير فسخطته فقال والله مالك علينامن شئى فجاء ت رسول الله ﷺ فذ كرت ذالک له ۔ فقال ليس لک عليه نفقة۔

(مسلم کتاب الطلاق)۔

''فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ ابوعمرو بن حفص نے انہیں طلاق بتہ (جدا کرنے والی طلاق) دی اور وہ موجود نہیں تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے وکیل کو جَو دے کر ان کے پاس بھیجا۔ فاطمہ نے اس پر برہمی کا اظہار کیا تو اس نے کہا: قسم بخدا تمہارا ہم پر کوئی حق نہیں ہے۔ فاطمہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر روداد پیش کی۔ آپ نے فرمایا: تیرا نفقہ اس کے ذمہ نہیں ہے۔''

اس حدیث میں بھی طلاق بتۃ کا ذکر آیا ہے جس کو تین یکجائی طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں پیش کی جاتا ہے۔ لیکن صحیح مسلم ہی میں یہ حدیث دوسرے طریقوں سے بھی بیان

ہوئی ہے چنانچہ ایک روایت میں : **فطلقها اخر ثلاث تطلیقات۔**

''اس نے اس کو تین طلاقوں میں آخری طلاق دی۔''

اور دوسری روایت میں اس سے زیادہ صراحت ہے:

فارسل الی امراته فاطمه بنت قیس بتطلیقته کانت بقیت من طلاقها۔ (مسلم کتاب الطلاق)

''انہوں نے اپنی بیوی فاطمہ بنت قیس کو ایک طلاق جو باقی رہ گئی تھی دے کر اپنے وکیل کو ان کے پاس بھیجا۔''

جب یہ حدیث تین یکجائی طلاقوں کی صراحت نہیں کرتی تو اس سے ان کے واقع ہونے پر استدلال کرنا کس طرح کا صحیح ہو سکتا ہے؟

چوتھی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جس کو صحیح مسلم نے روایت کیا ہے اور جو بہت مشہور ہے:

ان ابن عباس قال کان الطلاق علی عهد رسول الله ﷺ وابی بکرو سنتین من خلافة عمر طلاق الثلاث واحدة فقال عمر بن الخطاب ان الناس قداستعجلوا فی امر کانت لهم فیه اناة فلو امضیناه علیهم فامضاه علیهم۔

(مسلم کتاب الطلاق)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدائی دو برسوں میں تین طلاقیں ایک سمجھی جاتی تھیں۔ لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا جس معاملہ میں لوگوں کو غور فکر کرنے کا موقع دیا گیا تھا اس میں وہ جلد بازی سے کام لینے لگے ہیں لہٰذا ہم کیوں نہ اس کو نافذ کر دیں چنانچہ آپ نے اس کو ان پر نافذ کر دیا۔''

اس حدیث کو اکٹھی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے جب حضرت عمرؓ نے صحابہ کرام کی موجودگی میں تین یکجائی طلاقوں کو نافذ کر دیا تو اس سے اس کے واقع ہونے اور اس پر اجماع دونوں کا ثبوت ملتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس حدیث سے حضرت عمرؓ کا ایک فیصلہ ثابت ہوتا ہے، تو دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ اور عہد رسالت کا تعامل بھی ثابت ہوتا ہے۔ پھر کس دلیل سے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ حضرت عمرؓ کے فیصلہ کو مان لیا جائے، اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد رسالت کے تعامل کو قبول نہ کیا جائے؟ جب کہ عہد رسالت کا تعامل بہر حال فوقیت رکھتا ہے۔

پھر حضرت عمرؓ کے فیصلہ کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں۔ علامہ ابن قیم نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے تین یکجائی طلاقوں کی شرعی حیثیت میں تبدیلی نہیں کی تھی، بلکہ محض تعزیراً ان کو نافذ کیا تھا اور تعزیرات کے باب میں حضرت عمرؓ کے اجتہادات معلوم ہی ہیں۔ مثلاً شراب کی دکانوں کو جلا دینا، شرابیوں کے لیے اسّی ٨٠ کوڑوں کی سزا مقرر کرنا اور شہر بدر کرنا وغیرہ۔ صحابہ کرام نے جب دیکھا کہ حضرت عمرؓ مصالح امت کے پیش نظر تعزیراً ان کو نافذ کر رہے ہیں تو انھوں نے اس معاملہ میں آپ سے اتفاق کیا۔

لیکن یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا تعزیر کی غرض سے شریعت کے کسی حکم میں تبدیلی کی جا سکتی ہے؟ اگر حضرت عمرؓ کیلئے یہ روا تھا کہ جو طلاق عہد رسالت اور عہد صدیق میں ایک قرار دی گئی تھی اسے تین طلاق کے طور پر نافذ کر دیں، تو ایک اسلامی حکومت کے لئے یہ کیوں جائز نہیں کہ وہ حالات کے پیش نظر تعدد ازواج کی ممانعت کا قانون نافذ کرے، یا مصالح کے پیش نظر طلاق کا اختیار عدالت کو دے دے؟ اگر حالات اور وقتی مصالح کی پیش نظر بھی شرعی قانون میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی تو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ حضرت عمر نے جو خلیفۂ راشد تھے، ایسا کوئی قانون نافذ نہیں کیا تھا اور یہ روایت حضرت عمر پر ایک ایسا الزام ہے، جس کی کوئی صحیح توجیہ نہیں

کی جاسکتی اس لیے وہ ہرگز حجت نہیں۔

یہ حدیث سنن ابی داوٗد میں جس طریقہ سے بیان ہوئی ہے اس میں **اذا طلق امراته قبل ان یدخل بماجعلو ها واحدة۔**

''جب کوئی شخص اپنی بیوی کو خلوت سے پہلے تین طلاقیں دیتا تو انھیں ایک شمار کیا جاتا۔''

لیکن امام نووی لکھتے ہیں کہ ابوداوٗد کی روایت ضعیف ہے (شرح صحیح مسلم للنووی ج ۱ ص ۴۷۸) ان تمام باتوں کی پیش نظر اس حدیث سے تین یکجائی طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔

پانچویں حدیث حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ہے جو صحیحین میں بیان ہوئی ہے۔

عن ابن عمر انه طلق امراته وهی حائض فی عهد رسول الله ﷺ فسال عمر بن الخطاب رسول الله ﷺ عن ذلک فقال له رسول الله ﷺ مره فلیراجعها ثم لیترکها حتی تطهر ثم تحیض تطهر ثم ان شاء امسک بعد وان شاء طلق قبل ان یمس فتلک العدة التی امر الله ان یطلق لها النساء۔
(مسلم کتاب الطلاق)

''حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی۔ حضرت عمرؓ نے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، تو آپ نے فرمایا: ان سے کہو کہ وہ رجوع کر لیں۔ پھر اسی حالت میں بیوی کو چھوڑ دیں، یہاں تک کہ وہ طاہر ہو جائے۔ پھر جب دوسرا حیض آنے کے بعد وہ طاہر ہو جائے تو چاہیں تو روک لیں، چاہیں تو مجامعت سے پہلے طلاق دیں۔ یہی وہ عدت ہے جس کا حکم اللہ نے عورتوں کو طلاق کے سلسلہ میں دیا ہے۔''

یہ حدیث صحیح ہے لیکن اس میں تین طلاقوں کا کہیں ذکر نہیں ہے، اسی لئے مسلم نے اس

حدیث کو طلاق الثلاث کے باب میں نہیں بیان کیا ہے، بلکہ تحریم طلاق الحائض کے باب میں بیان کیا ہے۔ البتہ بعض روایتوں میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ایک سوال کے جواب میں موجود ہے کہ: **فاما ان طلقتها ثلاثا فقد عصیت ربک فیما امرک به من طلاق امراتک وبانت منک۔** (مسلم کتاب الطلاق)

''اگر تو نے تین طلاقیں دی ہیں تو اپنی بیوی کو طلاق کے معاملہ میں تو نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور وہ تجھ سے جدا ہوگئی۔''

اس جواب میں تین یکجائی طلاقوں کی صراحت نہیں ہے۔ مزید برآں اس کی حیثیت حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے فتوے کی ہے، یعنی مرفوع حدیث کا یہ جز نہیں ہے۔

رہا مصنف ابن ابی شیبہ، دارقطنی اور طبرانی کا مرفوعاً بیان کرنا کہ:

فقلت یارسول الله اریت لوطلقتها ثلاثا اکان یحل لی ان اراجعها فقال ، لا، کانت تبین منک وکانت معصیته۔ (دارقطنی کتاب الطلاق)

''(ابن عمرؓ فرماتے ہیں) میں نے کہا یارسول اللہ! اگر میں تین طلاقیں دے دیتا تو کیا میرے لیے رجوع کرنا جائز ہوتا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں، وہ تم سے جدا ہو جاتی اور گناہ بھی ہوتا۔''

یہ اضافہ والی روایت ضعیف ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن قیم نے ''اغاثۃ اللھفان'' میں لکھا ہے۔ اس کے ایک راوی شعیب ہیں جن کے ثقہ ہونے میں کلام ہے۔ ابن حزم نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۴ ص ۳۵۳) اور اس کے دوسرے راوی عطاء خراسانی کو امام بخاری نے ضعیف کہا ہے۔ (تہذیب ج ۷ ص ۲۱۴) صحیح طریقوں سے یہ حدیث جہاں کہیں روایت کی گئی ہے اس میں یہ اضافہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے تین یکجائی طلاقوں کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

چھٹی حدیث محمود بن لبید کی ہے جسے نسائی نے روایت کیا ہے۔

عن محمود بن لبید قال اخبر رسول اللہ ﷺ عن رجل طلق امراتہ ثلاث تطلیقات جمیعافقام غضبان ثم قال ایلعب بکتاب اللہ وانابین اظہر کم حتی قام رجل وقال یارسول ا للہ الااقتلہ۔ (نسائی۔کتاب الطلاق)

”محمود بن لبید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سب کی سب تین طلاقیں دی ہیں۔ یہ سن کر آپ سخت برہم ہوئے اور فرمایا: کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جارہا ہے، دراں حالیکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ ایک شخص آپ کی برہمی کو دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہا یارسول اللہ! کیا میں اسے قتل نہ کردوں۔“

اس میں تین طلاقوں پر آپ کے برہم ہونے کا ذکر ہے، لیکن طلاقوں کے واقع ہونے کی اس میں صراحت نہیں ہے اور آپ ﷺ کا ارشاد **ایلعب بکتاب اللہ** ”(کیا کتاب اللہ سے کھیلا جائے گا) واضح کرتا ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا کتاب اللہ سے کھیلنا ہے۔ لہٰذا یہ بات کس طرح باور کی جاسکتی ہے کہ آپ ﷺ اس کو مؤثر مان کر کتابُ اللہ سے کھیلنے کی اجازت دیں گے؟ علاوہ ازیں اس روایت کے بارے میں ابن کثیر نے لکھا ہے کہ فیہ انقطاع (یہ روایت منقطع ہے) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۷)۔

اور امام نسائی نے خود اصراحت کی ہے کہ:

”مجھے معلوم نہیں کہ سوائے مخرمہ بن بکیر کے، جنہوں نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کسی نے اسے روایت کیا ہے، اور کہا گیا ہے کہ اس نے اپنے باپ سے کچھ نہیں سنا۔“

اور جہاں تک محمود بن لبید کا تعلق ہے وہ کم عمر صحابی ہیں جن کو ابن حبان نے تابعین میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ مرسل (منقطع) روایت کرتے ہیں۔ (الاصابہ ج ۶ ص ۶۷)

الغرض تین یکجائی طلاقوں کا واقع ہونا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا۔

ساتویں حدیث رکانہ کی ہے جسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

عن رکانہ قال اتیت النبی ﷺ فقلت یارسول اللہ انی طلقت امراتی البتہ فقال مااردت بہا، قلت واحدۃ۔ قال واللہ۔ قلت واللہ۔ قال فہومااردت۔

(ترمذی، کتاب الطلاق)

”رکانہ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا یارسول اللہ! میں نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ (جدا کرنے والی طلاق) دی ہے۔ آپ نے پوچھا تم نے کیا ارادہ کیا تھا؟ میں نے کہا: ایک طلاق دینے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہو۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اس کا حکم بھی تمہارے ارادہ کے مطابق ہی ہے۔“ (یعنی چونکہ ایک طلاق کی نیت تھی اس لئے ایک ہی واقع ہوگی)۔

اس حدیث کے بارے میں امام ترمذی نے لکھا ہے ”**لانعرفہ الا من ھذا الوجہ**“ (ہم اس حدیث کو اس طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ سے نہیں جانتے) اس کے ایک راوی زبیر بن سعید ہیں جن کے بارے میں علامہ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں لکھا ہے کہ لین الحدیث ہیں۔ اسی طرح دوسرے راوی عبداللہ کے بارے میں بھی یہی بات لکھی ہے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے بھی روایت کیا ہے، لیکن اس کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے۔ علامہ ابن قیم نے لکھا ہے کہ ابن جوزی کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں کہ حدیث رکانہ کوئی چیز نہیں۔ امام بخاری نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور علت حدیث کو جاننے والے ائمہ نے کہا ہے کہ اس کے راوی مجہول ہیں۔ (اغاثۃ اللہفان (ج ۱ ص ۳۱۶) اس لئے اس حدیث سے بھی مسئلہ زیر بحث میں استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ برعکس اس کے ابورکانہ کی وہ حدیث جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور جس میں ابورکانہ کے تین طلاقیں

دینے اور نبی ﷺ کے مراجعت کا حکم دینے کا ذکر ہے۔

فقال انی طلقت ثلاثاً یارسول الله قال قدعلمت راجعها۔ (ابوداؤد۔ ابواب الطلاق)

''ابورکانہ نے کہا میں نے اس کو تین طلاقیں دی ہیں یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: میں جانتا ہوں تم رجوع کرلو۔''

اس حدیث سے ایک طلاق واقع ہونے کی تائید ہوتی ہے، لیکن اس کی اسناد میں بعض بنی ابی رافع مذکور ہے جو راوی کے مجہول ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

۳) خطابی کہتے ہیں: ''اس حدیث کے اسناد میں کلام ہے کیونکہ ابن جریج نے اس کو بعض بنی ابی رافع سے روایت کیا ہے اور راوی کا نام بیان نہیں کیا ہے۔ اور مجہول راوی سے حجت قائم نہیں ہوتی۔'' (عون المعبود ج ۶ ص ۲۶۹)

اور مسند احمد میں حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ:

طلق رکانة بن عبد یزیداخوبنی مطلب امراته ثلاثا فی مجلس واحد فحزن علیها حزنا شدیدا ۔ قال : فساله رسول الله ﷺ کیف طلقتها قال طلقتهاثلاثا ۔قال فقال فی مجلس واحد قال نعم ۔قال فانماتلک واحدة فارجعها ان شئت قال فرجعها۔

(مسند احمد ج ا ص ۲۶۵، شرح احمد محمد شاکر ج ۴ ص ۱۲۳)

''رکانہ بن عبد یزید بنی مطلب کے بھائی نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دیں پھر ان کو اس کا بہت افسوس ہوا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس طرح طلاق دی؟ انہوں نے کہا میں نے تین طلاقیں دیں۔ آپؐ نے پوچھا ایک مجلس میں! انہوں نے کہا جی ہاں۔ فرمایا۔ وہ ایک ہی ہے تم چاہو تو رجوع کرو۔ چنانچہ انہوں نے رجوع کرلیا۔''

مسند احمد کے شارع محمد شاکر نے اس حدیث کے اسناد کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ صحیح ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو یہ ایک مجلس کی تین طلاقوں کے ایک طلاق واقع ہونے کی بین دلیل ہے۔ لیکن اس کے ایک راوی محمد بن اسحاق ہیں جن پر محدثین نے سخت جرح کی ہے۔ (دیکھئے میزان الاعتدال ج ۵ ص ۴۶۸) اس لئے قرائن کے بغیر ان کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاسکتا پھر اس حدیث میں ایک مجلس میں تین طلاق کا ذکر ہوا ہے اور یہ ''ایک مجلس میں تین طلاق'' کی اصطلاح بعد کے دور کی ہے۔ نبی ﷺ کے زمانہ میں اس اصطلاح کے رائج ہونے کا ثبوت نہیں ملتا۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال صحیح نہیں۔

مشہور اور اہم حدیثوں کا جائزہ اوپر پیش کیا گیا۔ ان کے علاوہ کچھ اور حدیثیں بھی ہیں جو یکجائی تین طلاقوں کے واقع ہونے کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں۔ یہ دارقطنی وغیرہ کی حدیثیں ہیں جو درجہ اسناد، اور متن وغیرہ کے لحاظ سے ایسی نہیں ہیں کہ ان سے حجت قائم ہوسکے۔ اتنے اہم مسئلہ میں کمزور، غیر مشہور اور غیر واضح حدیثوں کا سہارا لے کر تین طلاقوں کے وقوع پر استدلال کرنا صحیح نہیں۔ حضرت عمرؓ حدیثوں کو قبول کرنے کے معاملہ میں اس قدر محتاط تھے کہ آپ نے فاطمہ بنت قیس کی، اس مطلقہ کے لئے جسے تین طلاقیں دی گئی ہوں، عدم نفقہ کے روایت کو قبول کرنے سے اس بناء پر صاف انکار کردیا تھا کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے خلاف ہے چنانچہ صحیح مسلم میں ہے۔

قال عمر لانترک کتاب الله وسنته نبینا ﷺ لقول امراة لاندری لعلها حفظت اونسیت ، لها السکنٰی والنفقةقال الله عزوجل لاتخرجو هن من بیوتهن ولایخرجن الاان یاتین بفا حشة مبینة۔ (مسلم کتاب الطلاق)

''حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایک عورت کے کہنے پر ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے، جب کہ ہم نہیں جانتے اس عورت نے یاد رکھا یا بھول گئی؟ مطلقہ ثلاث

کے لئے سکنٰی بھی ہے اور نفقہ بھی۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے ان کو اپنے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوں۔‘‘

اس لیے مسئلہ زیر بحث میں جب کہ کوئی صحیح اور صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ قرآن کے بیان پر اکتفا کرنا کافی ہے۔ غیر صحیح اور غیر صریح روایتوں سے یکجائی تین طلاقوں کا واقع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

اقوال صحابہ

رہے صحابہ کرامؓ کے اقوال تو اولاً صحابہؓ کرام سے جو فتوے منقول ہیں ان میں سے متعدد فتوے بغیر اسناد کے ہیں، اس لئے ثبوت اجماع کے لئے یہ ناکافی ہیں۔

ثانیاً: جن روایتوں میں صحابہؓ کے اقوال یا فتوے بیان ہوئے ہیں ان میں سے متعدد روایتوں کے بارے میں درایۃً کلام کی گنجائش موجود ہے، کیونکہ یہ روایتیں بتلاتی ہیں کہ ان کے زمانہ میں لوگ بیک وقت سو سو اور ہزار ہزار طلاقیں دینے لگے تھے۔ یہاں تک کہ بعض مرتبہ اس طرح بھی طلاق دی جاتی کہ آسمان میں جتنے تارے ہیں اتنی طلاقیں ۔۔۔۔ یہ اکا دکا واقعات نہیں، بلکہ روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے واقعات بہ کثرت پیش آتے رہے ہیں۔ اس لئے ان روایتوں کو قبول کرنے کے معنی یہ ہیں کہ قرن اوّل کے بارے میں تسلیم کیا جائے کہ اس وقت شدید معاشرتی بگاڑ پیدا ہو گیا تھا، لوگ کتاب اللہ کے ساتھ کھیلنے لگے تھے اور بدعی طلاق کا رواج عام ہو گیا تھا۔ ایسی صورت میں تو ہمارا موجودہ معاشرہ بساغنیمت معلوم ہوتا ہے کہ لوگ صرف تین طلاقیں دینے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ ایک سو اور ایک ہزار طلاق کی بات تو کبھی سننے میں بھی نہیں آتی۔ ظاہر ہے جو روایتیں قرن اوّل کی اتنی غلط تصویر پیش کرتی ہوں، وہ نہ قابل قبول ہوسکتی ہیں اور نہ لائق حجت اور نہ اس قسم کی روایتوں کا ڈھیر لگانے سے

اجماع ثابت ہوتا ہے۔

ثالثاً: صحابہ کرامؓ کے کتنے فتوے ایسے ہیں جن کو متعدد فقہاء نے تسلیم نہیں کیا۔ مثلاً حضرت علیؓ ’’تو مجھ پر حرام ہے۔‘‘ کو تین طلاق قرار دیتے تھے، لیکن حضرت ابن عباسؓ اس صورت میں کفارہ کی ادائیگی کو کافی خیال کرتے تھے۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ کہنے والے کی نیت اگر طلاق کی تھی تو طلاق واقع ہوگی، اور اگر ظہار کی تھی تو ظہار ہوگا اور اگر مطلقاً یہ الفاظ کہے ہیں تو نہ طلاق ہوگی اور نہ ظہار، بلکہ صرف قسم کا کفارہ دینا ہوگا۔ (ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ کی شرح موطا کتاب الطلاق)

میراث کے مسئلہ میں ذوی الفروض پر رد (بقیہ ترکہ لوٹانے) کا طریقہ حضرت علیؓ نے صحابہ کے مشورے سے رائج کیا تھا، لیکن امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ نے اس سے اتفاق نہیں کیا۔۔۔ لہٰذا تین یکجائی طلاقوں کے مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے فتووں سے بھی اختلاف کیا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: فان تنازعتم فی شیءٍ فردوہ الی اللّٰہ والرسول۔ ’’اگر تمہارے درمیان نزاع ہو جائے تو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ۔‘‘

رابعاً: صحابہ کے یہ فتوے اجتہاد پر مبنی ہیں۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے معاشرتی حالات کو سامنے رکھ کر اجتہاد کیا تھا، جب کہ معاشرہ شدید بگاڑ سے دوچار نہیں ہوا تھا، لیکن بعد میں جب بگاڑ میں اضافہ ہوتا چلا گیا تو نظر ثانی کی ضرورت اُبھر کر سامنے آئی۔ چنانچہ علامہ ابن تیمیہؒ وغیرہ نے قرآن وسنت کی روشنی میں از سر نو غور فرمایا۔

آج ہمارے معاشرہ کا جو حال ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ مسلمانوں کے موجودہ معاشرتی حالات تقاضا کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کا تحقیقی انداز میں جائزہ لیا جائے، اور لوگوں کو یہ موقع ہرگز نہ دیا جائے کہ وہ طلاق کو کھیل بنالیں اور عورتوں کے لیے غیر معمولی دشواریاں پیدا کردیں۔

کیا یکجائی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر اجماع ہے؟

کہا جاتا ہے کہ یکجائی تین طلاقوں کے تین واقع ہونے پر اجماع ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ مسئلہ امت کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے۔ اور دور صحابہؓ سے لے کر اب تک اس کے بارے میں اختلاف چلا آ رہا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کی حدیث اوپر گذر چکی جس میں بیان کیا گیا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صدیق میں تین طلاقوں کو ایک طلاق سمجھا جاتا تھا۔ اس سے بشرط صحت حدیث واضح ہوتا ہے کہ عہد رسالت اور عہد صدیق کا اجماع کس چیز پر تھا؟ رہا حضرت عمرؓ کا اجتہاد تو اس کی جو توجیہ علامہ ابن قیم نے فرمائی ہے، اوپر مذکور ہوئی۔ یعنی یہ حکم عارضی تھا اور بطور تعزیر تھا۔ محمد حسین ہیکل نے بھی ''الفاروق عمر'' میں اس پر مفصل بحث کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے کتاب اللہ کی نص میں اجتہاد کیا تھا جس کی آج ہم مخالفت کرتے ہیں۔ کیونکہ نص قرآنی کا مقصود یہ ہے کہ طلاق بالفعل ایک دفعہ رجوع کا موقع باقی رہے۔ چونکہ اس کے اثرات زندگی پر گہرے مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ ''تجھے تین طلاقیں ہیں'' تو ایک طلاق ہی واقع ہوگی۔ کیونکہ طلاق ایک فعل ہے جسے واقع ہونا ہے، نہ کہ قول جسے زبان سے ادا کرنا ہے۔

محمد حسین ہیکل الفاروق میں رقم طراز ہیں:

هذا اجتهاد رای خالف عمر فیه من بعد غیر واحد من الفقهاء وخالفه اهل عصرنا الحاضر فی طائفة من البلاد الاسلامیة ولاضیر علی عمر من ذلک ولاضیر منه علی مخالفیه، فعمر وغیره من الصحابة لم یکونوا یفتون برایهم علی سبیل الالزام ولاعلی انه وحدة الحق بل علی انه رای ان یکن صوابا فمن الله وان یکن خطافمن صاحبة فهر یستغفر الله من۔

(الفاروق عمر۔ محمد حسین ہیکل ج ۲ ص ۲۸۶)

''حضرت عمرؓ کا اجتہاد رائے ہے جس کی مخالفت ان کے بعد متعدد فقہاء نے کی ہے اور دور حاضر میں بھی بلاد اسلامیہ کا ایک گروہ اس کا مخالف ہے، لیکن اس سے نہ حضرت عمرؓ پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ان سے اختلاف کرنے والوں پر۔ حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہؓ اپنی رائے سے جو فتویٰ دیا کرتے تھے وہ نہ بطور لزوم کے ہوتا تھا اور نہ اس طور سے ہوتا تھا اور نہ اس طور سے ہوتا تھا کہ وہی حق ہے بلکہ ایک رائے ہے۔ اگر درست ہو تو اللہ کی جانب سے ہے اور اگر غلط ہو تو صاحب رائے کی طرف سے، چنانچہ آپ اس سلسلہ میں اللہ سے استغفار کرتے تھے۔''

موصوف لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے:

السنة ماسنه الله ورسوله لاتجعلوا خطا الرای سنته للامة۔ (ایضاً)

''سنت وہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے سنت قرار دیا ہے۔ رائے کی غلطی کو امت کے لئے سنت نہ بناؤ۔''

مصر کی مشہور کتاب ''کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ'' کا مصنف رقم طراز ہے:

ولکن الواقع انه لم یوجد اجماع فقد خالفهم کثیر من المسلمین۔

''لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس پر اجماع ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں نے ان کی مخالفت کی ہے۔''

وبالجملة فان الذین قالوا ان الطلاق الثلاث بلفظ واحد یقع به واحدة لاثلاث لهم وجه شدید وهو ان ذلک هو الواقع فی عهد الرسول وعهد خلیفة الاعظم ابی بکر وسنتین من خلافة عمر، واجتهاد عمر بعد ذالک خالفه فیه غیره فیصح تقلید المخالف کمایصح تقلید عمر والله تعالیٰ لم یکلفنا البحث عن الیقین فی الاعمال الفرعیة لانه یکاد یکون مستحیلا۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ج ۴ ص ۳۴۴۔۳۴۳)

''مختصر یہ کہ جولوگ کہتے ہیں کہ تین طلاقیں بلفظ واحد ایک واقع ہوتی ہے تین نہیں، ان کا کہنا معقولیت پر مبنی ہے، کیونکہ عہد رسالت، خلیفہ اعظم حضرت ابوبکرؓ کے عہد اور خلافت عمرؓ کے ابتدائی دو برسوں تک ایک ہی طلاق واقع ہوتی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے جو اجتہاد کیا اس کی دوسروں نے مخالفت کی، لہٰذا مخالفت کرنے والوں کی تقلید بھی اسی طرح درست ہے جس طرح حضرت عمرؓ کی تقلید درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فروعی اعمال میں کرید کر یقینی صورت معلوم کرنے کا ہمیں مکلّف نہیں بنایا ہے کیونکہ ایسا کرنا عملاً ممکن نہیں ہے۔''

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

(وكذلك) اذا طلقهاثلاثا بكلمة او كلمات فى طهر واحد فهو محرم عند جمهور العلماء وتنازعوافيمايقع بها، فقيل يقع بهاالثلاث وقيل لايقع بهاالاطلقة واحدة وهذا هو الاظهر الذى يدل عليه الكتاب والسنة كماقدبسط فى موضعه۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ۔ ج ۲ ص ۷۱)

اگر کوئی شخص ایک طہر میں ایک کلمہ میں یا تین کلموں میں تین طلاقیں دے تو جمہور علماء کے نزدیک حرام ہے۔ لیکن ان کے واقع ہونے کا مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ تین واقع ہوں گی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک واقع ہوگی۔ اور یہی زیادہ صحیح ہے جس پر قرآن وسنت دلالت کرتے ہیں، جیسا کہ دوسری جگہ تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے''

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

فان الله سبحٰنه انماشرع الطلاق مرة بعد ولم يشرعه جملة واحدة اصلا۔ (اغاثۃ اللھفان۔ج ۱ ص ۲۸۳)

''اللہ سبحانہ نے ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ طلاق دینا مشروع فرمایا ہے۔ مجموعی طور پر تین طلاقیں (بیک وقت) دینا اصل میں مشروع ہی نہیں فرمایا ہے''۔

امام رازی لکھتے ہیں:

(الاول) وهو اختيار كثير من علماء الدين انه لوطلقها اثنين اوثلاثالايقع الاالوحدة وهذا القول هوالاقيس لان النهى يدل على اشتمال المنهى عنه على مفسدة راجحة والقول بالوقوع سعى فى ادخال تلك المفسدة فى الوجود وانه غير جائز فوجب ان يحكم بعدم الوقوع۔

(التفسیر الکبیر۔ج ۲ ص ۲۶۰)

''یہ قول بہت سے علماء دین کا ہے کہ اگر مرد نے دو یا تین طلاقیں دی ہوں تو ایک ہی طلاق واقع ہوگی اور یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے، کیونکہ کسی چیز کی ممانعت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ ممنوعہ چیز بڑے مفسدہ پر مشتمل ہے۔ لہٰذا تطلیقات ثلاثہ کے واقع ہونے کا قول اس مفسدہ کو وجود میں لانے کی مترادف ہے جو جائز نہیں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ عدم وقوع کا حکم لگایا جائے۔''

ان تمام تصریحات سے واضح ہوا کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کے واقع ہونے پر اجماع نہیں ہے، بلکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اور سلف کے زمانہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔

مجلس واحد کی تین طلاقیں کن علماء کے نزدیک ایک واقع ہوتی ہیں؟

اگر چہ ائمہ اربعہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کے واقع ہونے کے قائل ہیں، لیکن علماء کی ایک تعداد صرف ایک طلاق کے وقوع کی قائل ہے۔ مثلاً ابن عباسؓ، عکرمہ، طاؤس، ابن اسحاق، امام رازی، امام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیم، داؤد ظاہری وغیرہ۔

علامہ شوکانی لکھتے ہیں:

''اور اہل علم کا ایک گروہ اس طرف گیا ہے کہ طلاق، طلاق کے پیچھے نہیں واقع ہوتی اور ایسی صورت میں صرف ایک طلاق پڑتی ہے۔صاحب بحر نے اس کو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور ایک روایت حضرت علیؓ سے اور حضرت ابن عباسؓ، امام طاؤس، امام عطاء، جابر بن جرید، ہادی، قاسم، ناصر، احمد بن عیسیٰ، عبداللہ بن عیسیٰ بن عبداللہ اور ایک روایت زید بن علی سے نقل کی ہے، اسی طرف متاخرین کی بھی ایک جماعت گئی ہے۔ جس میں ابن تیمیہ، ابن قیم اور محققین کی ایک جماعت شامل ہے۔اور ابن المنذر نے اس کو اصحاب ابن عباس، عمرو بن دینار وغیرہ سے نقل کیا ہے، اور ابن مغیث نے اسی کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت زبیر بن العوامؓ سے بھی نقل کیا ہے۔ نیز ابن مغیث نے اپنی کتاب ''الوثائق'' میں اسی کو محمد بن وضاح سے بھی نقل کیا ہے۔اور مشائخ قرطبہ میں سے محمد بن تقی، محمد بن عبدالسلام وغیرہ کی ایک جماعت کا بھی فتویٰ اس قول پر نقل کیا ہے''۔

(الجواہر الغالیہ۔از مولانا ابوعبیدہ اعظمی بحوالہ نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۴۵)

علامہ ابن تیمیہ تین یکجائی طلاقوں کے تین واقع ہونے کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وليس في الادلة الشرعية الكتاب والسنة وا لاجماع والقياس ما يوجب لزوم الثلاث له ،ونكاحه ثابت يقين وامراته محرمة على الغير يقين .وفي الزامه بالثلاث اباحتها للغير مع تحريمها عليه وذريعةالى نكاح التحليل الذي حرمه الله ورسوله.

(مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۳۳ ص ۹۲)

''اور شرعی دلائل کتاب، سنت، اجماع اور قیاس میں کوئی بات ایسی نہیں ہے جس سے اس شخص کے لئے (جس نے اکٹھی تین طلاقیں دی ہوں) کا لازم ہونا واجب قرار پاتا ہو۔اس کا نکاح یقینی طور پر ثابت (قائم) ہے اور اس کی بیوی یقینی طور پر دوسرے شخص کے لئے حرام

ہے۔تین (یکجائی طلاقوں) کے اس پر لازم کردینے کا مطلب اس کو دوسرے شخص کے لئے جائز کردینا ہے جب کہ وہ اس کے لئے حرام ہے۔اور یہ'' نکاح حلالہ'' کا ذریعہ ہے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام ٹھہرایا ہے۔''

اہل حدیث کا نقطہ نظر بھی یہی ہے۔

ابن رشد فرماتے ہیں:

واختلفوا اذا وقعت ثلاثا اللفظ دون الفعل .... جمهور فقهاء الامصار على ان الطلاق بلفظ الثلاث حكمه الطلقة الثالثة وقال اهل الظاهر وجماعةحكم الواحد ولاتاثير للفظ في ذلك .

(ہدایۃ المجتہد ج ۲ ص ۶۰)

''علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ لفظاً یکجائی تین طلاقیں دی گئیں تو وہ تین سمجھی جائیں گی یا ایک؟ ـــــ جمہور فقہاء اس بات کے قائل ہیں کہ تین کے لفظ کا حکم تین طلاقوں کا ہے۔لیکن اہل ظاہر اور ایک گروہ کے نزدیک یہ ایک طلاق کے حکم میں ہے اور اس میں لفظ کا کوئی اعتبار نہیں۔''

علاوہ ازیں اثنا عشریوں کا بھی یہی مسلک ہے اور امامیہ کے یہاں تو تین یکجائی طلاقیں دینے سے طلاق سرے سے واقع ہی نہیں ہوتی۔

حجاج بن ارطاۃ اور محمد بن مقاتل (حنفی) بھی اس کے قائل ہیں کہ اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (ملاحظہ ہو شرح مسلم للنووی۔ج ۱ ص ۴۷۸)

مسند احمد کے شارح احمد محمد شاکر نے اپنی کتاب ''نظام الطلاق فی الاسلام'' میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:

ولذلك اوردت الادلة التي ذكرتها واتي نقلتها عن غيري في معرض

احتجاج علی بطلان الطلقتین التالیتین للطلقة الاول فی العدة ۔ وعلی ان الطلاق لایلحق الطلاق وعلی ان المعتدة لایلحقها طلاق۔

''اس لئے میں نے اپنے دلائل بھی بیان کئے اور دوسروں سے بھی نقل کئے، اس بات کے استدلال میں کہ عدت میں پہلی طلاق کے بعد دو طلاقیں باطل ہیں اور یہ کہ ایک طلاق سے دوسری طلاق لاحق نہیں ہوتی اور یہ کہ عدت گزارنے والی عورت کو کوئی (دوسری) طلاق لاحق نہیں ہوتی۔'' (نظام الطلاق فی الاسلام لاحمد شاکر مطبعۃ النھضۃ بمصر۔ص ۱۱۳)

مطلب یہ ہے کہ ایک طلاق کے ساتھ جو عدت شروع ہوئی اس میں کوئی دوسری طلاق پڑ نہیں سکتی کیونکہ ہر طلاق کے لئے ایک عدت کا ہونا ضروری ہے۔

تین یکجائی طلاقوں کے وقوع کا اثر اسلام کے نظامِ طلاق پر

درحقیقت تین یکجائی طلاقوں کے وقوع کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ رجوع کا جو حق اللہ تعالیٰ نے مرد کو دیا ہے، اس کو ساقط کر دیا جائے۔ پھر معاملہ یہیں پر نہیں رکتا، بلکہ اس کو تسلیم کرنے کے بعد دوسرے مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص ایک طلاق رجعی کے بجائے ایک طلاق بائن دے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے بخشے ہوئے رجوع کے حق کو خود ہی ساقط کر دے تو اس کے وقوع کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ اور غالباً اسی لئے کچھ فقہاء کو ایک طلاق بائن کی گنجائش نکالنا پڑی ہے۔ حالانکہ قرآن وسنت کی رو سے مدخول بھا کی ایک طلاق رجعی ہی ہوتی ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو اسلام کا پورا نظامِ طلاق، فقہیت اور قانونی الٹ پھیر کی زد میں آجاتا ہے، جس سے شرعی احکام کی روح مجروح ہو جاتی ہے، جو عظیم مصالح معاشرتی زندگی کی تعمیر میں اسلام نے ملحوظ رکھے ہیں، وہ متاثر ہو جاتے ہیں، اور اعتدال باقی نہیں رہتا۔ اور مسلمانوں کے معاشرتی ڈھانچہ کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے اس اندازِ فکر کو بدلنے کی ضرورت ہے۔

مسلم ممالک میں ایک طلاق کا قانون

مسلم ممالک نے تطلیقات ثلاثہ کی سلسلہ میں جو قوانین بنائے ہیں، ان کی حیثیت شرعی حجت کی ہرگز نہیں ہے۔ اس لئے ان قوانین کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ کن ممالک نے اس سلسلہ میں اقدامات کئے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر یعنی بغرض معلومات اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

سب سے پہلے مصر نے ۱۹۲۹ میں آن واحد کی تین طلاقوں کے اصول کو ختم کر دیا اور قانون یہ بنایا کہ متعدد طلاقیں صرف ایک شمار ہوگی اور وہ رجعی ہوگی۔

ماده ۳ الطلاق المقترن بعدد لفظا او اشارة لایقع الا واحدة۔

(قوانین الاحوال الشخصیة ۔ مصر)

A DIVORCE ACCOMPANIED BY A NUMBER EXPRESSLY OR IMPLIEDLY, SHALL COUNT ONLY A SINGLE DIVORCE, AND SUCH A DIVORCE SHALL BE REVOCABLE.

(EGYPTIAN FAMILY LAWS OF 1929 ART 3)

اسی قسم کا قانون سوڈان نے ۱۹۳۵ء میں، اردن نے ۱۹۵۱ء میں، اور شام نے ۱۹۵۳ء میں، مراکش نے ۱۹۵۸ء میں، عراق نے ۱۹۵۹ء میں، اور پاکستان نے ۱۹۶۱ء میں نافذ کیا۔ (ملاحظہ ہو طاہر محمود کی کتاب (MUSLIM LAW REFORM

اور کویت نے ۱۹۸۴ء میں اکٹھی تین طلاقوں کے ایک طلاق واقع ہونے کا قانون نافذ کیا۔ (الاحوال الشخصیۃ للدکتور احمد الغندور ص ۴۴۷)

اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ علماء نے احوال شخصیہ (Personal Status) پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں اس قانونِ طلاق کی تائید کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو (محمد

ابوزہرہ کی کتاب الاحوال الشخصیہ ص۳۶۱)۔

تاکیدی طلاقوں کا حکم

کبھی محض تاکید کے لئے طلاق کا لفظ دہرایا جاتا ہے جس کی مثالیں آئے دن سامنے آتی رہتی ہیں۔مرد طلاق دینے وقت انت طالق ، طالق ، طالق یا طلاق ،طلاق،طلاق کہتا ہے ،لیکن اس کی نیت تین طلاقیں دینے کی نہیں ہوتی ، بلکہ محض تاکید مقصود ہوتی ہے ۔ایسی صورت میں متعدد فقہاء ایک ہی طلاق شمار کرنے کے قائل ہیں۔

حنبلی مسلک کی کتاب ''المغنی'' میں علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں:

فان قال انت طالق ، طالق ، طالق وقال اردت التوكيدقبل منه لان الكلام يكرر للتوكيد كقوله عليه السلام فنكاحهاباطل ، باطل ، باطل ۔ وان قصد الايقاع وكرر الطلقات طلقت ثلاثا وان لم ينو شيا لم يقع الاواحدة ۔ (المغنی۔ ج ۷ ص ۲۳۲)

''اگر کہا تجھے طلاق ہے،طلاق ہے،طلاق ہے،اور کہے کہ میں نے تاکید کی غرض سے کہا تھا تو اس کا یہ بیان قبول کرلیا جائے گا ۔ کیونکہ بات تاکیداً دہرائی جاتی ہے ،جس طرح کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے(یعنی ایک حدیث میں نکاح کے باطل ہونے کا لفظ تاکید کی غرض سے تین مرتبہ دہرایا گیا ہے) لیکن اگر اس کی نیت تین طلاقوں کے وقوع کی تھی اور طلاقوں کو دہرایا تھا تو پھر تین طلاقیں واقع ہوں گی ، اور اگر کوئی نیت نہیں کی تھی تو صرف ایک طلاق واقع ہوگی ۔''

شافعی مسلک کی کتاب ''منہاج الطالبین'' میں امام نووی لکھتے ہیں:

وان قال انت طالق ، انت طالق ،انت طالق تخلل فصل فثلاث والافان

قصد تاكيدافواحدة (منہاج الطالبین۔ص ۱۰۷)

''اور اگر کہا تجھے طلاق ہے، طلاق ہے، طلاق ہے اور درمیان میں فصل واقع ہوا تو تین طلاقیں پڑ گئیں۔ورنہ اگر اس نے تاکید کی غرض سے کہا تھا تو ایک پڑے گی۔''

حنفی مسلک کی کتاب ''بہشتی زیور'' میں مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

کسی نے تین دفعہ کہا تجھ کو طلاق ،طلاق ،طلاق تو تینوں طلاقیں پڑ گئیں ، یا گول الفاظ میں تین مرتبہ کہا تب بھی تین پڑ گئیں ۔لیکن اگر نیت ایک ہے طلاق کی ہے فقط مضبوطی کیلئے تین دفعہ کہا کہ بات پکی ہو جائے تو ایک ہی طلاق ہوئی ۔لیکن عورت کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں ،اس لئے یہی سمجھے کہ تین طلاقیں مل گئیں۔'' (بہشتی زیور۔ ج ۴ ص ۲۲)

مولانا مجیب اللہ ندوی ''اسلامی فقہ'' میں لکھتے ہیں:

''البتہ اگر کسی نے اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق ،طلاق ،طلاق تو اگر اس سے اس کی نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی ، بلکہ صرف تاکید کرنی مقصود تھی تو ایک ہی طلاق رجعی پڑے گی''

(اسلامی فقہ۔ج ۴ ص ۱۸۲)

اسی سے ملتی جلتی صورت یہ ہے کہ لوگ شرعی احکام سے ناواقفیت کی بنیاد پر تین کے عدد کے صراحت کے ساتھ طلاق دیتے ہیں ،لیکن بعد میں جب اس کا علم ہو جاتا ہے تو ایسا شخص کہتا ہے کہ میں سمجھ رہا تھا کہ تین طلاق کے الفاظ استعمال کئے بغیر طلاق واقع ہی نہیں ہوتی ۔

اسی صورت حال کو واقعیت پسندانہ نقطہ نظر سے دیکھنا چاہئے اور اس کہ اس بیان کے پیش نظر تین طلاقوں کو تاکید پر محمول کر کے ایک طلاق کے وقوع کا حکم لگانا چاہیے۔

خلاصہ بحث اور مسئلہ کا حل

تین یکجائی طلاقوں کے واقع ہونے کے سلسلہ میں دلائل کا جو جائزہ اوپر پیش کیا گیا ہے اس سے یہ بات بخوبی ہو جاتی ہے کہ اکٹھی تین طلاقوں کے وقوع پر نہ قرآن کا کوئی صریح حکم موجود

ہے، نہ کوئی صحیح حدیث ہی ایسی ہے، جس میں اس کا صریح بیان کیا گیا ہو۔اور نہ اس پر اجماع ہی ثابت ہے، بلکہ یہ مسئلہ دور صحابہؓ سے لے کر اب تک امت کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے اور دلائل دونوں طرف موجود ہیں۔ایسی صورت میں جو بات وثوق کے ساتھ کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ نصی اور قطعی حکم کا نہیں، بلکہ تعبیر اور اجتہاد کا ہے۔اس لئے مسئلہ میں جو اختلاف ہے اس کو اجتہادی اختلاف پر محمول کرتے ہوئے فتویٰ اس اجتہادی رائے کے مطابق دیا جانا چاہئے جو مصالح امت کے لحاظ سے انسب ہو۔

ہمارے معاشرے کا حال یہ ہے کہ لوگ بری طرح جہالت میں مبتلا ہیں، شرعی احکام سے بہت کم لوگ واقفیت رکھتے ہیں، اسی لئے بیک وقت تین طلاقیں دے بیٹھتے ہیں اور بعد میں پچھتانے لگتے ہیں، دوسری طرف مرد کی اس نادانی کے نتیجہ میں خاندان کے لئے بڑے مسائل پیدا ہوجاتے ہیں، اور تیسری طرف مسلم پرسنل لاء اور اسلامی نظام معاشرت کے مخالفین، شریعت پر حرف زنی کرنے اور اسلامی طرز معاشرت کی بڑی بھونڈی تصویر پیش کرنے لگتے ہیں، جس سے جدید تعلیم یافتہ ذہن خاصا متاثر ہو رہا ہے۔اور شرعی قوانین کے حفاظت کی راہ میں بڑی مشکلات کھڑی ہو رہی ہیں۔اس صورت حال کے پیش نظر مصالح دین اور مصالح امت کا تقاضا ہے کہ فقہی مسلکوں کے خول میں بند اکٹھی تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق واقع ہوتی ہے۔مجلس واحد کی تین طلاقوں کے مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ایک طرف عام مسلمانوں میں دینی شعور اور تقویٰ پیدا کرنے کے ساتھ، انہیں طلاق دینے کے شرعی طریقہ سے واقف کرایا جائے، کہ اگر کوئی شخص طلاق دینا چاہے تو صرف ایک طلاق رجعی بحالت طہر جس میں مباشرت نہ کی گئی ہو، دینے پر اکتفا کرے۔اس کے بعد اگر وہ رجوع کرنا نہیں چاہتا تو عدت گذرنے دے۔عدت گذرنے پر دوبارہ نکاح کا موقع باقی رہے گا، اس لیے پچھتانے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوگا۔

ایک طرف تو وسیع پیمانے پر اس شرعی حکم سے لوگوں کو واقف کرانے کی کوشش کی جائے اور دوسری طرف اہل فتویٰ تین یکجائی طلاقوں کے ایک واقع ہونے کا فتویٰ دیں۔

اگر کسی نے اکٹھی تین طلاقیں دے دیں تو وہ کیا کرے؟

(۱) اگر کسی نے اکٹھی تین طلاقیں دیں تو وہ اللہ کے حضور توبہ کرے کہ طلاق دینے کا غیر شرعی طریقہ اختیار کر کے وہ گناہ کا مرتکب ہوا ہے۔وہ اللہ سے ڈرے اور طلاق کے معاملہ میں آئندہ محتاط رہے۔

(۲) ان اکٹھی طلاقوں کے سلسلہ میں تقلید اور مسلک کی قید سے آزاد ہوکر کتاب وسنت کی پیروی کرے اور جیسا کہ کتاب وسنت سے ثابت ہے اکٹھی تین طلاقوں کو صرف ایک شمار کرے۔

(۳) عدت کے اندر رجوع کرسکتا ہے۔عدت تین ایام ماہواری ہے اور جس عورت کو ایام نہ آتے ہوں اس کی عدت تین ماہ ہے اور اگر وہ حاملہ ہے تو اس کی عدت وضع حمل تک ہے۔

(۴) اگر عدت ختم ہوگئی ہو تو دونوں باہم رضا مندی سے نئے مہر کے ساتھ دوبارہ نکاح کرسکتے ہیں۔

(۵) رجوع کرنے یا دوبارہ نکاح کرنے کی صورت میں آئندہ صرف دو طلاقیں (الگ الگ) دینے کا اختیار باقی رہے گا۔

زیر اہتمام: محمد صدیق قریشی
Pixel Arts
Mobail: 9820790615
Printed at : Fatima Printers
Tilak Nagar, Saki Naka Mumbai 400070